ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اللہ یار ثاقب
پی ایچ ڈی سکالر (اردو) لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر مشتاق عادل
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سیالکوٹ

نذیر احمد کے ناولوں میں تکنیکی رجحانات

Allah Yar Saqib
Ph. D Scholar, Department of Urdu, Lahore Garrison University, Lahore.
Dr. Mushtaq Adil
Assistant Professor, Department of Urdu, University of Sialkot.

Technical trends in Nazir Ahmad's novels

Technique is a bone of a fiction. It may be in form, stylish or any theory or thoughts. Narrative, allegory, dramatic, epistolary, lecture and soliloquy etc. are commonly used in fiction. Nazir Ahmad is the first novelist of Urdu language. There is no specific sample of techniques in Urdu before him but he tried to best explain his thought to his reader. In this article those techniques are discussed which are used in Nazir Ahmad's novels.
Key Words: *Stylish, Allegory, Epistolary, Soliloquy, Playfulness, Ethical Behavior, Technique.*

ڈپٹی نذیر احمد کی ناول نگاری کا عہد ایسا عہد ہے جس میں برصغیر کے لوگ اور خاص طور پر مسلمان زبوں حالی کا شکار تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی نے مسلمانوں کی سیاسی، سماجی، معاشرتی، معاشی اور تہذیبی حالت کو یکسر بدل کر رکھ دیا تھا۔ برصغیر پر کئی صدیاں مسلمان حسن سلوک اور اعلیٰ اخلاقی رویوں کی بدولت حکمران رہے لیکن آخری مغل فرمارواؤں کی عیش کوشی کی وجہ سے انگریزوں نے قبضہ کر لیا۔ نذیر احمد کا ادبی سفر اس وقت شروع ہوا جب معاشرے میں آگ پھیلی ہوئی تھی اور اس آگ کو ختم کرنے کے لیے معاشرے کے باشعور ادبا و شعرا کو اضطراب و انہماک کے ساتھ میدان میں کودنے کی ضرورت تھی۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

یہ وہ دور تھا جب عالمی ادب نئی جہتوں سے آشنا ہو چکا تھا اور نثر میں فن، ہئیت اور اسلوب کے نئے نئے طریقے استعمال کیے جا رہے تھے۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ نذیر احمد انگریزی تعلیم سے واجبی سی واقفیت رکھتے تھے لیکن احتشام حسین لکھتے ہیں کہ "اس میں شک نہیں کہ نذیر احمد، سرشار اور شرر کو ناول لکھنے کی تحریک انگریزی ناول پڑھ کر ہی ہوئی۔"[1] یہی وجہ ہے کہ نذیر احمد نے داستان کے اساطیری اور مافوق الفطرت عناصر سے ہٹ کر ایک نئی روش کو اپنایا ہے۔

اردو ناول نگاری کی بنیادی اور اہم ترین تکنیک "بیانیہ" تکنیک ہے۔ ممتاز شیریں نے بیانیہ کے حوالے سے کہا کہ بیانیہ واقعات کی ایک داستان ہوتی ہے جو یکے بعد دیگر بیان کیے جاتے ہیں۔ بیانیہ کو آج کل دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک تکنیک ہے جس میں کسی ناول کے واقعات کو ترتیب وار بیان کیا جاتا ہے اور دوسرے معنی کسی خاص موضوع کو زیر بحث لانا بھی بیانیہ کہلاتا ہے۔ شمس الرحمن فاروقی کے نزدیک ہر وہ تحریر بیانیہ ہے جس میں واقعات کو بیان کیا جاتا ہے۔ نذیر احمد کے ناولوں میں بیانیہ تکنیک کا استعمال خوب صورت ہے۔ بیانیہ ایک کہانی پر مشتمل ہوتا ہے اور اسی ماحول میں پلاٹ، کردار اور مکالمے کا خمیر تیار ہوتا ہے۔ ان سب چیزوں سے مل کر بیانیے کی تکمیل ہوتی ہے۔

ڈپٹی نذیر احمد نے اپنے ناولوں میں جس بیانیے کو موضوع بنایا ہے ان میں مذہب، اخلاق، معاشرہ، معاشرتی مسائل، معاشی مسائل قابل ذکر ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ مذہب و دین سے دور ہونے سے کیا نقصان پہنچ سکتے ہیں؟ بچوں کی تعلیم و تربیت کس انداز میں کرنی چاہیے؟ بچوں کو ابتدائی عمر میں تعلیم کی طرف راغب کیسے کیا جا سکتا ہے؟ ان میں اخلاقی اوصاف کیسے پیدا کیے جائیں کہ وہ اپنے والدین اور بڑوں کی عزت و توقیر کو پہچان جائیں اور دل و جان سے ان کی عزت کرنے لگ جائیں۔ بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ بچے خود سر ہو جاتے ہیں اور والدین کا جینا دوبھر کر دیتے ہیں اور کچھ بچے ایسے ہوتے ہیں جن کے ملے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ یہ اقتباس دیکھیے:

> "نصوح بہ نظر ظاہر ایک آزاد اور بے گانہ وار زندگی بسر کرتا تھا۔ نہ تو ہر وقت گھر میں گھسے رہنے کی اس کو خو تھی، نہ بال بچوں ہی سے کچھ بہت اختلاط کرنے کی عادت۔ انتظام خانہ داری میں بھی بی بی کے تقاضے اور اصرار سے بہ قدر ضرورت کچھ دخل دیا تو دیا، ورنہ اس کی بھی چنداں پروا نہ تھی۔ اور یہ سبب تھا کہ جب بھی سننے کا اتفاق ہوتا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کہ فلاں شخص نے بڑی حسرت کے ساتھ جان دی تو نصوح کو تعجب ہوتا اور کہتا کہ خدا کی شان ہے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ دنیا سے نکلنے کو ان کا جی ہی نہیں چاہتا۔"(۲)

ڈپٹی نذیر احمد نے بیانہ تکنیک کو استعمال کرتے ہوئے فلسفے کو بھی زیر بحث لاتے ہیں۔ وہ دنیا کی محبت کے بجائے اللہ کی محبت کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک دنیا کا سارا پیار اللہ تعالیٰ کی ذات سے منسوب ہے اور جو انسان میں یہ وصف پایا جاتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ودیعت کیا ہے۔ اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

"سچی اور اصل محبت خدا کی ہے کہ ساری نعمتیں اور ساری برکتیں جو ہم کو حاصل ہیں۔ یہاں تک کہ زندگی اسی کی دی ہوئی ہے۔ بایں ہمہ انسان کو اس زندگی میں ایذائیں بھی پہنچتی ہیں۔ مگر ان میں ضرور انسان کا کوئی نہ کوئی فائدہ مضمر ہوتا ہے۔۔۔ اسی طرح جو تکلیفیں ہم کو دنیا میں پہنچتی ہیں اور بلاشبہ خدا کی مقدس مرضی سے پہنچتی ہیں۔ ظاہر میں تکلیف میں اور باطن میں آرام۔"(۳)

نذیر احمد نے جہاں طویل کہانیوں کو تخلیق کیا ہے وہیں پر ان طویل کہانیوں میں چھوٹے چھوٹے ایسے واقعات ہیں جو خود ایک بیانیے کا روپ دھار لیتے ہیں۔ وہ اس تکنیک کو انفرادی طور پر استعمال کرتے ہیں۔ وہ چھوٹے سے واقعے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"گھڑی جو تمہاری جیب میں ہے اس میں فولاد کی ایک کمانی کنڈلی کے طور پر تہ کی ہوئی موجود ہے۔ کنجی کے زور سے کمانی کی تہوں کو خوب کس دیتے ہیں، اس کو کوکنا کہتے ہیں۔ کوکنے سے کمانی میں ایک قوت پیدا ہوتی ہے۔ کمانی چاہتی ہے کہ کھلے اور اپنی اصلی حالت پر عود کر آئے۔ اگر کوئی چیز مانع نہ ہو تو کمانی سڑ سے دم کے دم میں ڈھیلی پڑ جائے اور وہ قوت جو اس میں پیدا کی گئی تھی اکارت ہو۔ اس کے روکنے کے لیے گھڑی میں ایک پرزہ لگایا جاتا ہے جس کا نام ہے ریگولیٹر اور اس قوت سے وقت کی شناخت کا علیحدہ کام لیا جاتا ہے، یہی حال ہے انسان کا کہ اس میں بھی ایک حالت کے مناسب خدا کی دی ہوئی چند قوتیں ہیں اگر ان قوتوں کا کوئی روکنے والا ریگولیٹر نہ ہو تو یہ تمام قوتیں بے کار ہیں بلکہ بجائے مفید ہونے کے الٹی مضر۔ انسان کا ریگولیٹر ہے مذہب جو اس کو

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اندازہ مناسب اور حد اعتدال سے گھٹنے بڑھنے گرنے ابھرنے نہیں دیتا۔ مدرسوں کی تعلیم کو ک ہے اور ریگولیٹر ندارد۔"(۴)

تمثیل کو باقاعدہ طور پر ایک صنف ادب کہا گیا ہے۔ داستان اور ناول کے عبوری دور میں جو داستانیں لکھی گئیں ان پر تمثیل کا سرنامہ لگایا گیا ہے۔ لیکن نذیر احمد یا دیگر ناول نگاروں کے ہاں یہ ایک تکنیک کے طور پر استعمال ہوئی ہے۔ نذیر احمد کے ناولوں میں، خاص طور پر کرداروں کے حوالے سے تقریباً ہر ناول میں تمثیل کا گمان ہوتا ہے۔ کرداروں کے نام اپنی خاص خصوصیات کی بنا پر رکھے گئے ہیں، اصغری چھوٹی بیٹی، اکبری بڑی بیٹی، محمد عاقل عقل مند، ظاہر دار بیگ ظاہری شکل وصورت کا دلدادہ۔ یہ کردار کوئی انفرادی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ ان میں ایک خاص صفت ہے جن کا وہ مجموعہ ہیں اور یہ صفت ان کے ناموں سے ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ اس خوبی سے خالی نہیں ہوتے، وہ کسی خاص طبقے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر احسن فاروقی نذیر احمد کے تمثیلی کرداروں سے متعلق رقم طراز ہیں:

"مولانا کی تمثیل کا کوئی فرد ایسا نہیں جس کا تمثیلی Allegorical نام نہ ہو اور جو ان تمام خصوصتوں (خصوصیات) کا مجموعہ نہ ہو جو اس کے نام سے منسوب صفت کے مطابق نہ ہوں۔ اور ان کی بابت بیانات ان کی حرکات اور ان کی بات چیت تمام تر اس مخصوص صنف کو نمایاں نہ کرتی ہوں۔"(۵)

ایک نظر نذیر احمد کے کرداروں پر ڈالی جائے تو ہر کردار کا اپنا ماحول اور اس کی سماجی حیثیت سامنے آتی ہے۔ ظاہر دار بیگ کو دیکھیے نہ تو امیر ہے اور نہ غریب بلکہ اشرافیہ سے تعلق رکھتا ہے جس کو اپنا ظاہر چھپانے کے لیے غریبوں سے دور رہنا ہے اور خود کو پالش کر کے امیروں کی صف میں شامل ہونے کی کوشش کرنا ہے۔ مقروض خان کا کردار بھی ایک نام کی مناسبت سے ایک تمثیلی کردار ہے۔ وہ بھی ہر وقت قرضوں میں ڈوبا رہتا ہے۔ نصوح کا کردار نام کی تمثیلی حالت تک تو قبول کیا جا سکتا ہے کہ نصوح نصیحت تک ہے وہ صابر بھی اور شاکر بھی۔ اس کی شخصیت میں ایک معتدل کردار ہے وہ دین کے طابع ہے۔ مودب اور دیندار ہے۔ ابن الوقت ناول کا کردار بھی ایک تمثیل کا اہم نمونا ہے۔ ناول میں ایسے شخص کی کہانی کو بیان کیا گیا ہے جس میں وہ اپنے مطلب اور ضرورت کے لیے صاحب منصب کو اپنا سب کچھ سمجھتا ہے یہاں تک کہ اپنے رشتے داروں اور عزیزوں سے بھی ناتا توڑ لیتا ہے۔ ابن الوقت کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

> "ابن الوقت: انگریز تھا تو ہونے دو۔ کھانے میں تو کوئی حرام چیز نہیں ہوتی تھی۔ ابن الوقت نے اس بات کو ذرا زور سے کہا تو ہم نشین سمجھ گیا کہ میرا کہنا نا گوار طبع ہوا؛ بے چارہ تھا ابن الغرض، دم بخود ہو کر رہ گیا مگر اُس کے بعد سے لوگ ابن الوقت کے حقے پان سے ذرا احتراز سا کرنے لگے تھے۔"(۶)

یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی انسان کو اپنی ذات سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز عزیز نہیں ہے اسی لیے ابن الوقت کو بھی اپنے روشن مستقبل کی فکر ہے۔اس سلسلے میں وہ مذہبی اور معاشرتی پہلوؤں کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے۔احسن فاروقی نذیر احمد کی تمثیل نگاری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "ان میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہر ایک میں کسی نہ کسی مسئلہ پر زور دیا گیا ہے جس کا درس مصنف کا مقصد اولیٰ ہے۔اس قسم کا مقصد ہر قسم کی تصنیف کا ہو سکتا ہے۔ اس لئے مقصد ہی کی وجہ سے ان کو تمثیل کہنا درست نہیں دراصل اس مقصد کو کسی فرضی قصہ کے ذریعہ ادا کیا گیا ہے۔ جس کے واقعات مصنف کے اخلاقی مقصد کے بالکل موافق ظہور میں آتے ہیں۔یہی امر ان کی تمثیلی صفت کے سلسلہ میں زیادہ اہم ہے۔"(۷)

اس اقتباس سے جن دو باتوں کی وضاحت ہوتی ہے ان میں ایک تو نذیر احمد کی مقصدیت ہے جو کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔دوسری بات تمثیل کی ہے۔

مکالمہ ڈرامے کا ایک لازمی جزو ہے جس کے بغیر ڈراما ادھورا ہے۔مکالمے کو جب کسی دوسری صنف ادب مثلاً داستان، ناول یا افسانے میں استعمال کیا جائے تو وہ ڈرامائی یا مکالماتی تکنیک کہلاتی ہے۔نذیر احمد کی مکالمہ نگاری کو ہر ناقد نے سراہا ہے کیوں کہ اُن کے مکالمے فطرت کے متقاضی ہیں۔وہ فطرت سے خوب آگاہ ہیں اس کے لیے اُن کے ہاں نفسیاتی اور ذہنی ہم آہنگی موجود ہے۔ان کے مکالموں میں رشتے اور رتبے کا خیال رکھا گیا ہے۔مختلف طبقوں اور پیشوں کی خصوصیات بھی اُن کے مکالموں میں موجود ہے۔نذیر احمد کے ہاں خاص طور پر توبۃ النصوح میں مکالمے ڈرامائی شکل اختیار کیے ہوئے ہیں۔ذیل کا مکالمہ دیکھیے:

> "حمیدہ: کیا اماں جان تم کو بھی خدا نے پیدا کیا ہے؟
> مَیں: ہاں مجھ کو بھی۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

حمیدہ: اور ابا جان کو بھی؟
میں: ہاں تمہارے ابا جان کو بھی۔
حمیدہ: اور ننھی ہوا کو بھی؟
مَیں: ہاں ننھی ہوا کو بھی۔
حمیدہ: اماں جان، کیا ہر چیز ہمارے گھر میں کھانا نہیں پکتا؟
مَیں: کیوں نہیں پکتا۔
حمیدہ: پھر تم تو کہتی ہو کہ خدا سب کو کھانے کو دیتا ہے۔
مَیں: اللہ میاں پانی برساتے ہیں۔ اللہ میاں غلے اور میوے اور ترکاریاں ہم لوگوں کے واسطے زمین میں اُگاتے ہیں۔ وہی ہم سب لوگ کھاتے ہیں۔"(۸)

مکاتیبی تکنیک اور ناول کا ازلی تعلق ہے کیوں کہ انگریزی کا پہلا باقاعدہ تسلیم کیا جانے والا ناول "پامیلا" مکاتیبی یا خطوط کی تکنیک میں لکھا گیا۔ اردو ناول نگاری میں اس تکنیک نگاری کو چیدہ چیدہ ناول نگاروں نے استعمال کیا ہے۔ خطوط نویسی بذات خود ایک صنف ادب ہے جس میں ایک شخص کسی دوسرے شخص کے حالات و واقعات سے آگاہی حاصل کر سکتا ہے۔ اردو میں خط کو مرزا اسد اللہ خاں غالب نے نئی جہت بخشی۔ جس نے مراسلے کو مکالمہ بنا دیا۔ یعنی مرزا غالب نے خط میں ایسی سادگی، برجستگی اور اختصار کا انداز اپنایا کہ اُن کے خط پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے خط لکھنے والا سامنے بیٹھا ہے۔ نذیر احمد کے ناولوں میں اس تکنیک کی نشان دہی کی جا سکتی ہے۔ مراۃ العروس میں اصغری کا باپ اصغری کو خط لکھتا ہے جو مفہوم و مطلب کے لحاظ سے ایسا ہی ہے جیسا حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو لکھا تھا، اس میں نصیحتیں کی تھیں کہ زندگی کو کس انداز میں گزارنا ہے اور زندگی میں کامیاب کیسے ہو جا سکتا ہے۔ اس خط میں باپ اپنی بیٹی کو خط میں زندگی گزارنے کے طور طریقے بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ خط تیرے لیے ایسی سند ہے جس کو بغیر ضرورت کے بھی تیرے لیے ہر روز دیکھنا عین فرض ہے۔ نذیر احمد خط میں لکھتے ہیں:

"آرام دل و جانم برخوردار اصغری خانم سلمہا اللہ تعالیٰ۔ دعا اور اشتیاق دیدہ بوسی کے بعد واضح ہو کہ تمہارے بھائی خیر اندیش کے لکھنے سے تمہاری رخصت کا حال معلوم

ہوا۔۔۔ سمجھنا چاہیے کہ بیاہ کیا چیز ہے۔ بیاہ صرف یہی بات نہیں رنگین کپڑے پہنے، مہمان جمع ہوئے، مال و اسباب و زیور پایا بلکہ بیاہ سے نئی دنیا شروع ہوتی ہے۔۔۔ بیاہ ہوا، لڑکی بی بی بنی، لڑکا میاں بنا۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ دونوں کو پکڑ کر دنیا کی گاڑی میں جوت دیا۔ اب یہ گاڑی قبر کی منزل تک ان کو کھینچنی پڑے گی۔۔۔ جو احمق عورت اپنا دباؤ ڈال کر مرد کو زیر کرنا چاہتی ہے وہ بڑی غلطی میں ہے۔ وہ شروع میں تخم فساد بوتی ہے اور ان کا انجام ضرور فساد ہو گا۔۔۔ گفتگو میں درجہ اوسط ملحوظ رہے۔ یعنی نہ اتنی بہت کہ خود بخود بک بک، نہ اتنی کم کہ غرور سمجھا جائے۔۔۔ فقط میں چاہتا ہوں کہ تم ہر روز بلا ضرورت بھی اس خط کو کم سے کم ایک دفعہ پڑھ لیا کرو تا کہ اس کا مطلب پیش نظر رہے۔ والدعا۔

حررہ۔ خیر اندیش" [۹]

خط کی تکنیک میں ناول لکھنا آسان نہیں ہے۔ اردو میں ایسے ناول لکھے گئے ہیں جو کلی طور پر خطوط پر مشتمل ہیں مگر نذیر احمد نے اس تکنیک کو جزوی طور پر استعمال کیا ہے۔ خط کی تکنیک ایک ماہر فن کار ہی استعمال کر سکتا ہے جس میں وہ خط کے ذریعے مضطرب حالات کو عمدگی سے بیان کرتا ہے۔ اصغری ایک سگھڑ لڑکی ہے۔ گرہستی کو خوب سمجھتی ہے۔ جب وہ سسرال میں ایک نوکرانی کی بے ضابطگیاں دیکھتی ہے تو اپنے بھائی کو ایک خط میں اطلاع دیتی ہے، اس سے مشورہ طلب کرتی ہے۔

نذیر احمد کے ہاں ایک اہم تکنیک خطابیہ بھی ہے۔ وعظ یا خطاب نما اندازِ تحریر مولوی نذیر احمد کی فطرت میں شامل ہے۔ یہاں تک کہ ان کے مکالمے اور خطوط میں بھی لمبا چوڑا وعظ اور خطاب پایا جاتا ہے۔ وہ حافظ قرآن تھے۔ معلم تھے۔ شعلہ بیانی فصلاحت و بلاغت ان کی سرشت میں تھی اور یہی اندازِ فکر ان کے ناولوں میں بھی غالب نظر آتا ہے جس میں اخلاقی درس ہے اور قاری کی تعلیم و تربیت درکار ہے۔ ڈاکٹر اشفاق احمد خاں لکھتے ہیں:

"نذیر احمد بیک وقت مولوی، حافظ، مبلغ، معلم، دیندار اور مقرر تھے۔ اس لیے اپنی تمام صفات کا اظہار دانستہ یا نادانستہ ہر ناول میں کرتے ہیں۔ مثلاً مراۃ العروس میں دور اندیش خاں، توبۃ النصوح میں نصوح، فسانہ مبتلا کے میر متقی، ابن الوقت ک اجتۃ الاسلام نذیر احمد کی سیرت و شخصیت کے آئینہ دار ہیں۔" [۱۰]

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ناول انسان کی سماجی، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی زندگی کا عکاس ہوتا ہے۔ اگر ناول میں پند و نصائح کا انبار لگا دیا جائے تو قاری کی دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔ اگرچہ نذیر احمد نے ناول لکھتے وقت زیادہ زور "اخلاق و نصائح" کو مدنظر رکھا ہے لیکن اس کے خاص اسلوب اور طرز تحریر نے ان کے یہ خطاب یا واعظانہ انداز کو بور نہیں ہونے دیا بلکہ اپنے اندر کشش پیدا کی ہے۔ وہ اپنے مدمقابل کو دلچسپ پیرائے میں مخاطب کرتے ہیں۔ مراۃ العروس کا یہ ٹکڑا دیکھیے:

> "اے عورت! تم مردوں کے دل بہلاؤ اور ان کی زندگی کا سرمایہ عیش، ان کی آنکھوں کی بہار و باغ، ان کی خوشی کو زیادہ اور ان کے غم غلط کرنے والیاں ہو۔ اگر تم کو مردوں سے بڑے کاموں کے انتظام کا سلیقہ ہو تو مرد تمہارے پاؤں دھو دھو کر پیا کریں اور تم کو اپنا سر تاج بنا کر رکھیں۔ تم سے بہتر ان کا غم گسار، تم سے بہتر ان کا اصلاح کار، تم سے بہتر ان کا خیر خواہ اور کون ہو گا۔ لیکن بڑے کاموں کا سلیقہ تم کو حاصل ہو تو کیوں؟ گھر کی چار دیواری میں تو تم قید ہو۔ کسی سے ملنے کی تم نہیں، کسی سے بات کرنے کی تم نہیں۔"[۱۱]

نذیر احمد کے اس فن سے متعلق ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی لکھتے ہیں:

> "نذیر احمد اپنی فنی کوتاہیوں کے باوجود انسانی فطرت کے رمز شناس تھے اور جانتے تھے کہ براہ راست وعظ و تلقین کا خاطر خواہ نتیجہ کبھی بر آمد نہیں ہوتا۔ اُن کی اس نفسیاتی بصیرت کا ثبوت خود توبۃ النصوح میں بھی ملتا ہے جو اُن کا سب سے زیادہ واعظانہ ناول کہا جاتا ہے۔ اس ناول میں نصوح کی ناصحانہ باتیں تو بہت ہیں لیکن اُن کی بے اثری بھی دکھادی گئی ہے۔"[۱۲]

نذیر احمد کے ہاں مکالمے طوالت کا شکار ہوتے ہیں جو ایک وعظ اور خطاب کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ توبۃ النصوح میں باپ بیٹے سے عالم برزخ کے حوالے سے سوال کرتا ہے تو اس کا جواب تقریباً آٹھ صفحات پر مشتمل ہے جس میں وعظ اور خطاب پڑھنے کو ملتا ہے، قاری متاثر ہوتا ہے اور اس کا مذہبی شعور میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

نذیر احمد کے ناول "ابن الوقت "کا موضوع ہندوستان کی تہذیب اور معاشرت ہے۔ناول میں مشرق اور مغرب کی تہذیبوں کا موازنہ کیا گیا ہے، انگریزوں کی تقلید پر طنز کیا گیا ہے۔ناول میں خطابیہ تکنیک کا زور ہے۔ ابن الوقت کی گفتگو ایک وعظ کی طرح قاری کو متاثر کرتی ہے۔ان تمام باتوں کے باوجود اس ناول پر جس تکنیک کا اطلاق ہوتا ہے وہ سوانح عمری ہے۔یہ سوانح عمری سر سید کی ہے۔

ابن الوقت اگر اسلوبیاتی لحاظ سے دیکھا جائے تو ایک بیانیہ تکنیک ہے جب کہ ہئیت کے اعتبار سے سوانح عمری ہے۔ناول کا باب ہفتم تو اسلوبیاتی لحاظ سے بھی سوانح عمری میں ہے کیوں کہ اس میں واحد متکلم میں مکالمے کا انداز اپنایا گیا ہے۔ جیسے یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> "میں نے اپنے بھائی صاحب سے ایک دن پوچھا تھا کہ کہیے کچھ آپ نے سرمایہ بھی جمع کیا؟ تو کہنے لگے 'اجی اللہ اللہ کرو؛ کیسا سرمایہ، خدا جانے کیسے کیسے کتر بیونت کرتا ہوں کہ قرض نہ لینا پڑے۔ مجھ کو تو آئے دن کی بدلی اُدھیڑے ڈالتی ہے، ورنہ خدا کا فضل ہے میری تنخواہ خرچ کو کافی ہے بلکہ کچھ پس انداز ہو رہتا ہے۔"[۱۳]

اس کے علاوہ نذیر احمد کے اہم ناول فسانہ مبتلا یا محصنات میں بھی سوانح عمری کی تکنیک دیکھنے کو ملتی ہے۔ یہ ایسے گھر کی کہانی ہے جہاں عورت گھر کی چار دیواری کے اندر کی حکمران ہے لیکن مرد کا دائرہ وسیع تر ہے۔ ناول کا موضوع دو شادیوں کے نقصانات کا بیان ہے۔شادیوں کا یہ تانا بانا نذیر احمد کی طرف گھومتا ہے کیوں کہ ان کی اپنی دو شادیاں ہوئی تھیں۔ دوسری شادی نذیر احمد نے اپنی والدہ کی خواہش پر کی مگر جلد ہی طلاق ہو گئی، لیکن وہ تاحیات اس مطلقہ کی کفالت کرتے رہے اور اس نے بھی عمریوں ہی گزار دی۔ناول میں جن واقعات کو بیان کیا گیا ہے وہ نذیر احمد کے اپنے بھی ہو سکتے ہیں۔

فلیش بیک یا فلیش فارورڈ جدید تکنیک ہیں لیکن جو کام ان سے لیا جاتا ہے وہ ایک پرانی تکنیک ہے جس کو خواب کی تکنیک کا نام دیا جا سکتا ہے۔خواب کی تکنیک کا تعلق زیادہ تر ڈرامے اور فلم سے ہے مگر اس تکنیک کو مولوی نذیر احمد نے احسن طریقے سے برتا ہے۔ توبتہ النصوح میں نصوح کو جو چیز راہ راست پر لائی ہے اس میں اس تکنیک کا بڑا عمل دخل ہے۔خواب میں وہ اپنے نفس کی اصلاح کرتا ہے اور اسی کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ اپنے خاندان کی اصلاح کا بیڑہ اٹھاتا ہے۔انسانی ذہن کے باطنی تصورِ فکر کو پیش کرنے کے لیے مولوی نذیر احمد نے ناول "رویائے صادقہ"

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

میں اس تکنیک کو استعمال کیا ہے۔ ناول میں ایک مثالی کردار کو پیش کیا ہے جو جدید تعلیم یافتہ ہے اور روشن خیال ہے۔ اپنے دور کے تقاضوں پر دسترس رکھتا ہے۔ مذہب کا تابع ہے۔ اور اپنی تہذیب و معاشرت سے جڑا ہوا ہے۔ایسے کردار کی تخلیق کے لیے انھوں نے خواب کی تکنیک کا سہارا لیا ہے۔

"رویائے صادقہ" میں نذیر احمد نے خواب کی تکنیک استعمال کرتے ہوئے ناول کے مرکزی کردار سید صادق کی ذہنی کشمکش اور شک و شبہات کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے خواب کے ذریعے ہیں کئی اہم مذہبی پہلوؤں مثلاً وجود باری تعالیٰ اس کی واحدنیت، عبارت کی اہمیت، مقلد اور غیر مقلد میں نفاق، شعیہ سنی فرقوں میں تصادم اور عقلی فلسفہ حیات پر روشنی ڈالی ہے۔

> "ذرا انگلستان کی تاریخ پڑھو تو تم کو معلوم ہو کہ ابتدا ان لوگوں کی کیا تھی۔ نرے وحشی تھے۔ جانوروں کو مار کر گوشت کھاتے اور چڑا پہنتے۔ پہاڑوں کی کھوہوں میں رہتے۔ کھیتی باڑی اور مکان بنانے تک کی عقل نہ تھی۔ رومیوں کی سلطنت تھی۔ انھی سے انگریزوں نے عقل و سلیقہ سیکھا۔ یہاں تک کہ رومیوں کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا۔ اب یہ وہی انگریز ہیں کہ روئے زمین پر کوئی قوم ایسی دانشمند اور ایسی شائستہ نہیں ہے۔"(۱۴)

نذیر احمد کے ہاں ایک ایسی تکنیک بھی موجود ہے جسے جدید تکنیک کی ذیل میں رکھا جاتا ہے۔ یہ تکنیک اینٹی ناول کی تکنیک کہلاتی ہے۔ایسے ناول میں کوئی مخصوص پلاٹ نہیں ہوتا۔ قاری ناول کے جس صفحے سے چاہے پڑھنا شروع کر دے۔ ان کا ناول "بنات العنش" دیکھا جائے تو اس ناول میں یہ تکنیک موجود ہے۔ ناول کا ہر صفحہ پڑھنے سے دلچسپی رکھتا ہے جیسے:

> "اور زمین بتاؤں میلوں کے حساب کتنی بڑی ہے؟ چوبیس ہزار میل اس کا دور ہے۔ مردوں میں بارہ کوس کی منزل مقرر ہے۔یعنی مرد لوگ جو سفر کرتے ہیں تو بارہ کوس روز چلے جاتے ہیں اور واقع میں آرام کے ساتھ سفر کیا جائے تو بارہ کوس دن بھر کے چلنے کو بہت ہے۔ اس حساب سے اگر کوئی آدمی ناک کی سیدھ چلنا شروع کرے تو پانچ برس میں جہاں سے چلا تھا وہیں آ کھڑا ہو گا اور اس کا صرف ایک پھیرا پورا ہوا۔"(۱۵)

نذیر احمد کے ہاں "کھیل تماشا" Playfulness تکنیک کا وجود موجود ہے۔ کھیل تماشا سے مراد ایسی تکنیک ہے جو خوشگوار مزاج میں چھوٹے چھوٹے خاکوں، اشکال یا باتوں باتوں میں کسی چیز کے بارے میں تعلیم دینا ہے، درست اور غلط بات کا تعین کرنا ہے۔ نذیر احمد نے ناول نگاری چونکہ مقصدیت کے تحت کی ہے اس لیے ان کے ہاں یہ تکنیک استعمال کی گئی ہے۔ اگرچہ وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ کھیل تماشا کوئی تکنیک ہے مگر ان کا بنیادی مقصد اخلاقیات اور عملی زندگی سے آگاہی حاصل کرنا تھی تاکہ تعلیم و تربیت اچھے انداز میں ہو سکے۔

حوالہ جات

۱ احتشام حسین، جدید اردو نثر کا اُسلوبی ارتقا (مضمون)، مشمولہ: اردو میں اسلوب اور اسلوبیات کے مباحث، مرتب: قاسم یعقوب، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۱۷ء، ص:۴۰

۲ نذیر احمد، شمس العلما، ڈپٹی، توبۃ النصوح (طبع دوم)، مجلس ترقیِ ادب، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص:۱۰۰

۳ نذیر احمد، ڈپٹی، فسانہ مبتلا، مشمولہ: مجموعہ ڈپٹی نذیر احمد، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص:۶۵۲

۴ ایضاً، ص ص:۶۸۵، ۶۸۴

۵ احسن فاروقی، ڈاکٹر، اُردو کی تنقیدی تاریخ، ادارہ فروغ اردو، لکھنؤ (انڈیا)، ۱۹۶۲ء، ص:۵۳

۶ نذیر احمد، ڈپٹی، ابن الوقت، مجلس ترقیِ ادب، لاہور (طبع دوم)، ۱۹۹۵ء، ص:۴۷

۷ فاروقی، محمد احسن، ڈاکٹر، اُردو ناول کی تنقیدی تاریخ، محولہ بالا، ص:۲۴

۸ نذیر احمد، شمس العلما، ڈپٹی، توبۃ النصوح، محولہ بالا، ص ص:۱۵۶، ۱۵۵

۹ نذیر احمد، ڈپٹی، مراۃ العروس، مشمولہ: مجموعہ ڈپٹی نذیر احمد، محولہ بالا، ص ص:۸۴۲ تا ۸۴۶

۱۰ اشفاق احمد خاں، ڈاکٹر، نذیر احمد کے ناول: تنقیدی مطالعہ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، انڈیا، ۲۰۰۰ء، ص:۴۷

۱۱ نذیر احمد، ڈپٹی، مراۃ العروس، محولہ بالا، ۱۹۹۴ء، ص:۸۰۳

۱۲ صدیقی، افتخار احمد، مقدمہ، مشمولہ: توبۃ النصوح، نذیر احمد، مجلس ترقیِ ادب، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص:۶۵

۱۳ نذیر احمد، ڈپٹی، ابن الوقت، محولہ بالا، ص:۶۵

۱۴ نذیر احمد، ڈپٹی، بنات النعش، ڈان بکس، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص:۱۵۶

۱۵ ایضاً، ص:۹۲